ڈاکٹر ظفر احمد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو،
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لنگوئجز، اسلام آباد

خیبر پختونخواہ (سرحد) میں اردو کے آغاز وارتقاء کے نظریات

Dr. Zafar Ahmed
Assistant Professor, Urdu Department,
National University of Modern Languages, Islamabad

Theories of Evolution and Development of Urdu in Khyber PakhtunKhawa (Sarhad)

Urdu is a language of Indo-European language family. In Urdu, linguistic research started in the field of lexicography. Initially western missionaries took steps to understand the language and compiled books about Urdu words and grammar. After Meer Aman's famous statement in his book "Bagh o Bahar" a discussion about the origin and development of Urdu has been evolved. As per modern linguistic approaches and techniques, this almost 200 years long debate should have ended now. In Pakistan still the debate is continued, Pakistani scholars are presenting their hypothesis to find relations between regional languages and Urdu. In this article, theories finding relations of Hindko and Urdu are focused and discussed.

اردو لسانی تحقیق کا آغاز لغت نویسی سے ہوا تھا۔ انیسوی صدی تک نہ صرف اس کام میں ترقی ہوئی بلکہ لسانی تحقیق کے دیگر شعبہ جات میں بھی تحقیقی کاوشوں کا آغاز ہوا۔ ان میں تقابلی و تاریخی لسانیات اور اشتقاقیات زیادہ اہم ہیں۔ تاریخی و تقابلی بحث کا آغاز اردو کے مولد اور اس کی تشکیل کے مباحثوں سے ہوا۔ چونکہ اردو ماہرین لسان جدید لسانیاتی شعور سے زیادہ واقف نہ تھے لہذا زیادہ تر باتیں محض قیاس پر مبنی ہیں۔ یوں ایک جانب تو اس بحث سے اردو میں لسانی تحقیق کا سلسلہ آگے بڑھا لیکن دوسری جانب اس سے اردو کا اصل وطن متنازعہ ہو گیا اور ایک صدی تک کوئی حتمی رائے اس حوالے سے قائم نہ ہو سکی۔ اردو کے ضمن میں پائی جانے والی اس بے یقینی نے کئی طرح کے مبہم خیالات کو جنم دیا اور عوام الناس اور طلبہ کے علاوہ معروف علماء بھی متذبذب رہے۔ اردو کے لسانی مطالعے میں اس انتشار کی بنیادی وجہ لسانیاتی تحقیق کی بجائے تاریخی تحقیق کی جانب جھکاؤ ہے۔ بعد ازاں جب لسانیاتی طریقہ کار کی پیروی شروع ہوئی تب بھی پڑوسی زبانوں پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ ان زبانوں

کی قواعد کا تاریخی وتقابلی جائزہ نہیں لیا گیا اور نہ ہی ذخیرۂ الفاظ کا اشتقاقی مطالعہ کیا گیا۔ البتہ من چاہے نتائج کے حصول کی خاطر ان کے مابین موجود مشترک عناصر کی نشاندہی کی گئی۔ حالانکہ اصولاً مشابہتوں کے ساتھ ساتھ اختلافات کو بھی اجاگر کر کے نتائج اخذ کرنے کی ضرورت تھی۔

میر امن کے بیان سے اردو زبان کے ماخذ اور ارتقاء کے حوالے سے جس بحث کا آغاز ہوا تھا، اس نے اردو میں تقابلی و تاریخی لسانیات کے شعبے میں ایک وسیع سرمایہ فراہم کیا۔ اس لسانی بحث نے ہی اردو کی تاریخ وارتقاء کے مبہم سوالات کے جواب فراہم کیے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد اردو کے تقابلی وتاریخی مطالعے میں مزید شدت نظر آتی ہے۔ قدیم نظریات کے برعکس پاکستانی ماہرین کی توجہ یہاں کی علاقائی زبانوں سے اردو کا تعلق تلاش کرنے کی جانب مبذول رہی، جو نہ صرف اردو کو اپنانے اور اس سے محبت کا اظہار ہے بلکہ ان کاوشوں سے زبانوں کے ماخذات اور ارتقائی منزلوں کی کھوج میں مدد بھی ملی۔ جہاں ان سے اردو لسانیاتی سرمائے میں اضافہ ہوا وہاں طرز استدلال میں سائنسی اور علمی پختگی بھی در آئی۔

پاکستان میں اردو کے آغاز وارتقا کے حوالے سے سامنے آنے والے نظریات میں اردو کا تعلق خصوصیت کے ساتھ پاکستان کی علاقائی زبانوں سے دکھانے کی روش نظر آتی ہے۔ بیشتر نظریات میں ان زبانوں کو اردو کی ابتدائی صورت قرار دیا گیا جبکہ بعض نظریات میں ان زبانوں کو اردو کا ماخذ کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اردو کی جنم بھومی کو بھی پاکستانی جغرافیائی خطوں میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ، جو مختصراً صوبہ سرحد کے نام سے معروف تھا اب خیبر پختون خوا کہلاتا ہے۔ پشتو اس صوبے کی سب سے بڑی زبان ہے۔ پشتو کے ساتھ یہاں کی اقوام دیگر زبانیں بھی بولتی ہیں۔ ہندکو، پشتو کے بعد یہاں کی دوسری بڑی زبان ہے۔ ہندکو زبان صوبہ پنجاب کے شمالی علاقوں اور صوبہ خیبر پختون خواہ کے اضلاع اٹک، ہری پور، ایبٹ آباد، مانسہرہ، پشاور، بنوں، کوہاٹ، ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک بڑی آبادی کی اور افغانستان، کشمیر میں بعض قبائل کی زبان ہے۔ شمال مغربی ہند آریائی کی اس زبان کی نوعیت کے حوالے سے ماہرین کے ہاں اتفاق نہیں پایا جاتا۔ بعض ماہرین نے اسے پنجابی زبان کا ایک لہجہ قرار دیا تو کچھ اسے خودمختار زبان شمار کرتے ہیں۔ گندھارا تہذیب کے علاقے کی زبان ہونے کی وجہ سے بھی اس زبان کی قدامت واہمیت کافی زیادہ ہے۔ ہندکو زبان کی تاریخ وارتقاء پر نظر ڈالتے ہوئے چند ماہرین لسان نے اس زبان کا اردو سے بھی تقابلی مطالعہ کیا اور ان کی لسانی مشابہتوں کا مطالعہ پیش کیا۔ پروفیسر خاطر غزنوی کا شمار بھی انہیں ماہرین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ہندکو اور اردو کا تقابل کر کے ان زبانوں کے مشترکات کے تلاش کی سعی کی۔ وہ ہندکو یا سندھکو کو وادئ سندھ کی قدیم تہذیب کی زبان قرار دیتے ہوئے اسے ہند آریائی ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

> یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دریائے سندھ کے دونوں کناروں کی زبان دریائے سندھ کی وادی کی تہذیب اور تمدن کا حصہ اور حقیقی وارث ہے اور آریاؤں کی آمد سے پہلے سے برقرار ہے۔ اور سنسکرت کی طرح اس پر مردہ زبان کا کوئی دور نہیں آیا۔ یہ قطعی طور پر ہند آریائی زبان نہیں۔ یہ

وادی سندھ کی اولین زبان ہے اور خالصتاً سندھ کو یا ہندکو ہے۔ ہندی بھی اس کی بیٹی ہے اور اردو بھی۔(1)

خاطر غزنوی صاحب ان تمام نظریات کو رد کرتے ہیں جن میں اردو کو ہند آریائی زبان قرار دیتے ہوئے اس خاندان کی کسی دوسری زبان سے اردو کا تعلق ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اور ایسے نظریے ان کے ہاں محدود طور پر قابل توجہ ہیں جن میں اردو کو دراوڑی یا کسی اور گروہ میں شمار کیا گیا ہے۔(2) حافظ محمود شیرانی نے جس طرح پنجابی کو اردو کی ماں کہ کر پنجابی کو اردو پر فوقیت دی تھی، اسی طرح ہندکو زبان کو بھی پنجابی کی ذیلی شاخ میں شمار کیا تھا۔ خاطر غزنوی صاحب اس سے اتفاق نہیں کرتے ۔ان کے مطابق ہندکو بھی پنجابی کی مانند قدیم زبان ہے اور ان میں بہنوں کا رشتہ ہے۔ ہندکو وادیٔ سندھ سے لے کر پنجاب، ہزارہ، سرحد کی زبان تھی۔ یوں ہندکو اور پنجابی، اردو کی نسبت قدیم تر زبانیں ہیں۔(3) دراصل وہ حافظ محمود شیرانی کے نظریے سے اتفاق یا اس کا اعادہ کر رہے ہیں۔ اپنی جانب سے 'پنجاب میں اردو' کے نظریے میں فقط یہ تبدیلی کی ہے کہ پنجابی کے ساتھ ہندکو زبان کو بھی اردو کے ماخذوں میں شامل کر لیا ہے۔ یعنی مسلمانوں کے پنجاب میں قیام کے دوران پنجابی، ہندکو اور عربی، فارسی کے اختلاط سے ایک نئی زبان اردو ۱۰۲۷ء کے لگ بھگ لاہور میں پیدا ہوئی۔ اور اس ضمن میں وہ ڈاکٹر گراہم بیلی کے مشورے کو بھی خاص اہمیت دیتے ہیں۔(4) حالانکہ ڈاکٹر گراہم بیلی نے حافظ محمود شیرانی کو جو مشورہ پنجابی اور اردو کے ذیل میں دیا تھا اس میں کہیں ہندکو کا ذکر موجود نہیں۔ محققین کے لیے وہ جان گلکرائسٹ کی مرتبہ اردو گرامر کے مطالعے کا مشورہ بھی دیتے ہیں اور اسے بنیادی طور پر پنجابی یا ہندکو زبان سے مستعار قرار دیتے ہیں۔(5)

خاطر غزنوی صاحب کے اس نظریے میں بھی لسانیاتی حوالے سے وہی غلطیاں نظر آتی ہیں جو اردو اور دیگر زبانوں کے تعلق کے حوالے سے سامنے آنے والے بیشتر نظریات میں موجود تھیں۔ اور انہیں وجوہات کی بنا پر یہ نظریے مقبولیت کا درجہ حاصل نہ کر پائے۔ پروفیسر صاحب کے ہاں بھی ایسے کئی اختلافی دعوے ملتے ہیں، جو خود ان کے بیانات سے متصادم ہیں۔ مثلاً ہندکو زبان کو وہ ہند آریائی زبان نہیں سمجھتے، لیکن پنجابی زبان کی بہن مانتے ہیں۔ انہوں نے ہندکو زبان کو وادیٔ سندھ کی تہذیب کی زبان قرار دیا ہے جبکہ کوئی ثبوت اس ضمن میں پیش نہیں کرتے۔ آگے چل کر وہ اپنے نظریے کا سارا بوجھ حافظ محمود شیرانی کے کندھوں پر منتقل کرتے ہیں۔ چونکہ اردو میں 'پنجاب میں اردو' کی حمایت و مخالفت میں قابل ذکر مواد موجود ہے لہذا یہاں اس کا ذکر بے محل معلوم ہوتا ہے۔ اگر پروفیسر خاطر غزنوی صاحب ہندکو اور اردو کے تعلق کی بجائے، ہندکو اور پنجابی زبان کا لسانی تقابل کرتے تو ممکن تھا کہ ہندکو زبان کی حیثیت کے حوالے سے اٹھنے والے سوالوں کے جواب مل جاتے۔ ہندکو کے جغرافیائی خطے، اس کی تاریخ، ادب اور تہذیب کو بیان کرنے اور اردو/ ہندی اور ہندکو کے مشترک الفاظ کی فہرست مہیا کرنے سے 'کسی طرح یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اردو ہندکو سے نکلی ہے۔ بقول ڈاکٹر عطش درانی خاطر غزنوی نے اس میں ہندکو زبان کی تاریخ پر زیادہ زور دیا ہے۔'(6)

سرحد کے خطے کو اردو کا وطن قرار دینے والوں میں فارغ بخاری صاحب بھی شامل ہیں۔ یہ دعویٰ انہوں نے اپنے مضمون (سرحد میں اردو) میں کیا ہے۔ 'آج اگر یہ کہا جائے کہ اردو کی جنم بھومی درحقیقت سرحد کا کوہستانی خطہ ہے تو ادبی حلقوں کو ضرور

تعجب ہوگا اور وہ ہماری اس جسارت کو چھوٹا منہ بڑی بات سمجھیں گے۔(7) فارغ بخاری صاحب دلی اور لکھنؤ کو اردو کے مراکز کی بجائے فقط اس کے ارتقائی ادوار کی دو منزلیں قرار دیتے ہیں اور اس کی وجہ بھی ان کے مطابق ان شہروں کا پایہ تخت رہنا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> لیکن اردو جو سنسکرت اور فارسی کے اختلاط کا نتیجہ تھی، اس کا خمیر سرحد کے سنگلاخ ماحول میں اس وقت سے تیار ہو رہا تھا جب ایرانیوں نے پہلے پہل ہندوستان کو سونے کی چڑیا جان کر اس پر دھاوے بولنے شروع کیے۔(8)

فارغ بخاری صاحب نے سرحد کو اردو کا اصلی وطن قرار دیتے ہوئے تاریخی واقعات کی مدد لی ہے۔ ان کے مطابق یہ علاقہ خاص کر پشاور وسط ایشیائی و ایرانی حملہ آوروں کا ہندوستان میں پہلا پڑاؤ بنتا رہا ہے۔ یہاں قیام کے دوران جب وہ آرام کرتے اور اگلی منزلوں کی منصوبہ سازی کرتے تو انہیں مقامی لوگوں کی رہنمائی کی ضرورت پڑی۔ آپس کے اس ربط وضبط اور میل جول سے ایک نئی زبان کی داغ بیل پڑی اور یہی بولی بعد میں ریختہ کہلائی۔(9) پشاور شہر کی قدیم آبادی آج بھی صوبہ سرحد کے برخلاف ہندکو بولنے والوں پر مشتمل ہے۔ اس کو بنیاد بنا کر وہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ یہ ہندکو دراصل وہی زبان ہے جو بیرونی حملہ آوروں کی زبانوں اور مقامی زبان کے اختلاط سے وجود میں آئی تھی۔ یہی حملہ آور یہ زبان اپنے ساتھ پنجاب اور پھر دہلی لے گئے۔ اس لیے وہ ہندکو اور پنجابی کے تعلق سے بھی انکار کرتے ہوئے اسے اردو کی ابتدائی صورت قرار دیتے ہیں۔ 'اسے عام طور پر پنجابی سمجھا جاتا ہے لیکن یہ درست نہیں۔ ہندکو اردو سے اتنی قریب ہے کہ اسے اردو کی ابتدائی صورت کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوتا۔'(10) فارغ بخاری صاحب نے ہندکو کو اردو کا ماخذ ثابت کرنے کے لیے لسانی و تاریخی دلائل پیش کیے ہیں۔ جن میں سے چند اہم یہ ہیں۔

- اردو کے ہزاروں الفاظ ہندکو میں بعینہ رائج نظر آتے ہیں۔
- بعض اردو الفاظ معمولی تبدیلی کے ساتھ ہندکو میں استعمال ہو رہے ہیں۔
- اردو کے محاورے بھی ہلکی سی ترمیم کے ساتھ ہندکو میں مستعمل ہیں۔
- قلی قطب سے بھی پہلے یہاں کے پشتو شعرا کے کلام میں ہندی کے اثرات کا ملنا۔ اس سلسلے میں انہوں نے خوشحال خاں خٹک اور رحمان بابا کی شاعری سے کچھ مثالیں بھی دی ہیں۔
- پشاور قیام کے بعد کئی بار تباہ ہوا جس کی وجہ سے ادبی ذخیرہ ضائع ہو گیا۔
- رحمان بابا اور خوشحال خاں خٹک کی شاعری کے دو سو سال (ابدالی تک) تک لسانی ترقی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔
- ایک قلمی نسخے کی دریافت جو کہ شاعر قاسم علی خان آفریدی کا اردو دیوان ہے اور سال تصنیف ۱۸۱۰ء ہے۔(11)
- متذکرہ دیوان میں فارسی، پشتو، کشمیری، انگریزی اور ہندی کی مختصر لغت بھی دیوان کے ساتھ شامل ہے۔
- قاسم خان کے والد (برہان خان) شاہ جہاں آباد میں اردوئے معلی کے ماہر اور پشتو، فارسی اور ترکی زبانوں کا بہت بڑا عالم تھا۔

۔ پنجابی کا اثر ہندکو پر اس لیے ہے کیونکہ سکھوں نے یہاں چالیس سال حکومت کی۔(12)

برہان خان کے حوالے سے ان کا خیال ہے کہ ان کی مادری زبان اردو تھی اور شاہجہاں آباد میں جب وہاں اردو کی داغ بیل پڑ رہی تھی، بطور اردو ماہر کے خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

> چنانچہ اس استدلال سے ثابت ہوتا ہے کہ برہان خان کو اردوئے معلیٰ میں جو مہارت حاصل تھی یہ اس نے اپنے وطن (سرحد) میں ہی حاصل کی تھی۔ جہاں اردو شاہجہاں آباد کی اردو سے بہت پہلے جنم لے چکی تھی۔ اور غالباً ایک فوجی کو شاہ جہاں آباد میں ایک گراں قدر مشاہرے پر اسی لیے رکھا گیا کہ وہ اس زبان کا ماہر تھا اور اردوئے معلیٰ کے لیے جسے ابھی شاہ جہاں آباد میں ایک دودھ پیتے بچے کی حیثیت حاصل تھی ایک ایسے ماہر استاد کی ضرورت تھی جو تلفظ، محاورے اور فصاحت کی آغوش میں اسے پروان چڑھائے۔(13)

فارغ بخاری صاحب نے اردو کی ابتدا اور ارتقاء کے حوالے سے جو نظریہ پیش کیا اس پر ادبی حلقوں کا ردعمل تو معلوم نہیں البتہ لسانیاتی مطالعات میں اسے کوئی خاص توجہ نہ مل سکی۔ اس کی وجہ اس نظریے میں لسانی مطالعاتی طریقۂ کار کی غیر موجودگی ہے۔ زبانوں کے تقابلی و تاریخی جائزہ کے لیے درکار ضروری امور کا خیال بھی نہیں رکھا گیا ہے۔ پشاور اور گرد نواح کی موجودہ زبانوں میں ہندکو اور پشتو شامل ہیں۔ انہوں نے سنسکرت اور فارسی کے ملاپ سے ہندکو کی پیدائش کا دعویٰ کیا ہے لیکن پشتو کا ذکر کہیں نہیں کیا۔ پشتو شاعروں کے ہاں موجود اردو اثرات کی چند مثالیں یہ ثابت نہیں کرتیں کہ اس زمانے میں اردو اس علاقے میں رائج تھی۔ ویسے بھی ایسی مثالیں سندھ، پنجاب، بہار، گجرات و دیگر نظریات میں بھی پیش کی جا چکی ہیں۔ لنگوا فرانکا ہونے کی حیثیت سے اردو کے اثرات کا ہندوستان کی بیشتر زبانوں میں پایا جانا اچھنبے کی بات نہیں۔ نیز بیشتر مشترک الفاظ سنسکرت یا بیرونی زبانوں سے ہندوستانی زبانوں میں داخل ہوئے ہیں۔ اردو محاورات کے سلسلے میں بھی یہی عناصر کارفرما رہے ہیں۔ قاسم خان آفریدی کا دیوان اور اس میں موجود پنج زبانی لغت سے بھی فارغ بخاری صاحب کے بیان کی صداقت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ فقط اس بات کی مظہر ہے کہ اردو کی شہرت انیسویں صدی کی ابتدا میں سرحد تک پھیل چکی تھی۔ چونکہ قاسم خان آفریدی کے والد نے شاہجہاں آباد میں رہ کر اس زبان میں مہارت کی سند حاصل کر لی تھی، کیونکہ یہ زمانہ اردو شاعری کا عہد زریں کہلاتا ہے۔ لہذا یہ دعویٰ کہ اس زمانے میں وہاں اردو پروان چڑھ رہی تھی، تاریخی حقائق سے چشم پوشی کے سوا کچھ نہیں۔ لازم ہے کہ والد کے واسطے یا دیگر ذرائع سے اردو کی شہرت بیٹے تک بھی پہنچی۔ لہذا بیٹے کی اردو بھی اس قابل ہوگئی تھی کہ وہ اس زبان میں شاعری کرنے لگے۔ لیکن قاسم خان کو معلوم تھا کہ مقامی آبادی کی اکثریت کے لیے یہ زبان نا آموز ہے لہذا انہوں میں اس میں لغت بھی شامل کر دی۔

پروفیسر خاطر غزنوی اور فارغ بخاری کے علاوہ اردو کا تعلق سرحد کے علاقے سے یا ہندکو سے قائم کرنے کی مثالیں بعض دیگر اساتذہ کے ہاں بھی نظر آتی ہیں۔ البتہ جس شدت کے ساتھ ان اصحاب نے اس نظریے کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ

دیگر میں دکھائی نہیں دیتی۔ ڈاکٹر ممتاز منگلوری اور پروفیسر محسن احسان بھی کسی حد تک ہندکو اردو روابط میں یقین رکھتے ہیں۔ممتاز منگلوری صاحب حسام الدین راشدی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ شمالی ہند کی زبانوں اور فارسی کے اختلاط سے اردو کی ابتدا ہوئی۔'شمالی ہند کی جن زبانوں میں فارسی کی آمیزش سے اردو نے ترکیب پائی ان میں ہندکو نمایاں حیثیت رکھتی ہے اور اردو کا خمیر سرزمین اباسین سے اٹھا ہے۔(14) اس دعوے کی صداقت ظاہر کرنے کے لیے جن لسانی ثبوتوں کی ضرورت تھی وہ چونکہ ڈاکٹر ممتاز پیش نہ کر سکے لہذا وہ اپنے اس دعوے سے دستبرداری کا اعلان بھی کرتے ہیں۔'سرزمین اباسین اردو کے خالقوں کی سرزمین نہیں تو نہ سہی یہ اردو کے خادموں کی سرزمین تو ہے۔'(15) پروفیسر محسن احسان بیک وقت حافظ محمود شیرانی اور فارغ بخاری صاحب سے اتفاق کرتے ہوئے کہتے ہیں۔'پروفیسر محمود شیرانی اور فارغ بخاری دونوں کے دعوؤں کو تسلیم کرتے ہوئے اس زبان کی ابتدائی نشوونما کی جگہ پنجاب وصوبہ سرحد کو قرار دی جاسکتی ہے۔'(16) حالانکہ خود فارغ بخاری صاحب، حافظ محمود شیرانی کے نظرئے سے متفق نہیں ہیں۔

صوبہ سرحد (خیبر پختون خوا) میں اردو زبان کے آغاز وارتقاء کے حوالے سے سامنے آنے والے نظریات و دیگر آراء کے اس مختصر مطالعے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اردو کے آغاز وارتقاء اور وطن کو متنازعہ اور پیچیدہ بنانے کا جو کام میر امن نے شروع کیا تھا، وہ تاحال جاری ہے۔ دنیا کی کسی دوسری زبان کے ضمن میں یہ بحث اس قدر پر پیچ نہ ہوگی، جتنی اردو زبان کی ہے۔ پاکستان و بھارت کے باشندوں خصوصا مسلمانوں نے اس زبان کی محبت میں یہاں کے تقریباً ہر علاقے اور بڑی زبان سے اس کا رشتہ جوڑنے کی کوشش کی ہے۔اس محبت اور تحقیق سے اردو کو اتنا فائدہ تو ضرور پہنچا ہے کہ اردو تاریخی وتقابلی لسانیات کا دامن وسیع ہوگیا ہے، البتہ اس کا نقصان بھی ہوا ہے کہ ابھی تک جب کہ جدید لسانی تحقیقات نے اس مسئلے کو قریباً حل کر دیا ہے، نظریات کی آمد کا سلسلہ جاری ہے اور پاکستانیوں کی بڑی تعداد جن میں زبان وادب کے اساتذہ بھی شامل ہیں، تذبذب کا شکار ہیں۔ لازم ہے کہ اب جامعات سے لے کر ابتدائی سطح تک جدید لسانیات کی تدریس شروع کی جائے، تاکہ دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ اردو کی ابتدا وارتقاء کے حوالے سے بھی پائی جانے والی بے یقینی دور ہو سکے۔

حواشی

1۔ خاطر غزنوی، ہندکو۔اردو زبان کا ماخذ، مشمولہ اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جولائی، اگست، ۲۰۰۳ء، ص ۷

2۔ خاطر غزنوی، ہندکو۔اردو زبان کا ماخذ، ایضاً، ص ٦

3۔ خاطر غزنوی، ہندکو۔اردو زبان کا ماخذ، ایضاً، ص ٦

4۔ خاطر غزنوی، ہندکو۔اردو زبان کا ماخذ، ایضاً، ص ۷

5۔ خاطر غزنوی، ہندکو۔اردو زبان کا ماخذ، ایضاً، ص ۷

6۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو میں لسانی تحقیق وتدوین، گزشتہ چند عشروں میں، اکادمی بازیافت، کراچی، ۲۰۱۳ء، ص ۱۰۶

7۔ فارغ بخاری، سرحد میں اردو، مشمولہ اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جولائی، اگست، ۲۰۰۳ء، ص ۸

8۔ فارغ بخاری، سرحد میں اردو، ایضاً ص ۸

9۔ فارغ بخاری، سرحد میں اردو، ایضاً ص ۸

10۔ فارغ بخاری، سرحد میں اردو، ایضاً ص ۸

11۔ شاعر کی تاریخ پیدائش ۱۸۵۲ء درج ہے۔ یہ شاید کمپوزنگ کی غلطی ہے۔ وہ شاید ۱۷۵۲ء لکھنا چاہتے تھے، کیونکہ دیوان کی طباعت پیدائش سے قبل ممکن نہیں۔

12۔ فارغ بخاری، سرحد میں اردو، ایضاً ص ۸۔۹

13۔ فارغ بخاری، سرحد میں اردو، ایضاً ص ۱۰

14۔ ممتاز منگلوری، ڈاکٹر، سرزمین اباسین اور اردو، مشمولہ اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جولائی، اگست، ۲۰۰۳ء، ص ۲۵

15۔ ممتاز منگلوری، ڈاکٹر، سرزمین اباسین اور اردو، ایضاً ص ۲۵

16۔ محسن احسان، پروفیسر، سرحد میں اردو، مشمولہ اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جولائی، اگست، ۲۰۰۳ء، ص ۳۰